''تحفظ حقوق نسواں بل'' اور علماء کمیٹی

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

چھ ستمبر کا دن تھا جب بندہ اسلام آباد میں ایک سیمینار میں شریک تھا، معاً اس دوران قومی اسمبلی کے قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمن صاحب کا فون موصول ہوا کہ اس وقت ان کے چیمبر کے اندر پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ چودھری شجاعت حسین صاحب بمعہ رفقاء اور وزراء اور وہ مجلس عمل کے زعماء کے ہمراہ موجود ہیں۔ ہمارے درمیان حدود آرڈیننس میں ترامیم پر مشتمل ''تحفظ حقوق نسواں بل'' اور اس پر ہمارے تحفظات زیر بحث ہیں۔ مولانا صاحب نے کہا کہ انہوں نے چودھری شجاعت حسین صاحب کو تجویز پیش کی ہے کہ مذکورہ بل کے بارے میں ہمارے تحفظات اور تجاویز کو وہ یہ کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں کہ آپ کا اس میں کوئی سیاسی مفاد پوشیدہ ہے، تو کیوں نہ ایسے غیر سیاسی علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جن پر فریقین کا اعتماد ہو اور ان سے اس بارے میں رائے لی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا ہے، اس لیے آپ اس سلسلے میں دوسرے علماء سے رابطہ کریں۔

تھوڑی دیر بعد چودھری شجاعت حسین صاحب نے بھی فون کر کے یہی بات دہرائی جس کے نتیجے میں ''تحفظ حقوق نسواں بل'' پر غور وخوض کے لیے چند علماء پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی، جس میں احقر کے علاوہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب، مولانا حسن جان صاحب، مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب، ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب شامل تھے۔ چنانچہ میں نے فوراً مذکورہ علماء سے رابطہ کر کے انہیں اسلام آباد آنے کی درخواست کی۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے سوا تمام اراکین اسی روز 7 بجے شام تک اسلام آباد پہنچ گئے اور 9 بجے شب پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں اجلاس شروع ہوا جس میں حکومت کی طرف سے چودھری شجاعت حسین صاحب، سردار نصر اللہ دریشک صاحب، وفاقی وزیر قانون وصی ظفر صاحب، وفاقی وزیر اطلاعات نشریات محمد علی درانی صاحب اور سیکریٹری قانون کے علاوہ چند ارکان اسمبلی شریک تھے جبکہ متحدہ مجلس عمل کے مولانا عبدالمالک صاحب، مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب اور اسد اللہ بھٹو صاحب بھی موجود تھے۔ اجلاس میں ہم سب اراکین علماء کمیٹی نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مذکورہ بل چونکہ 4 ستمبر کو سلیکٹ کمیٹی نے حتمی طور پر اسمبلی میں پیش کیا

ہے اور آج 6 ستمبر کو اسی وقت پہلی مرتبہ ہمارے سامنے آیا ہے، ظاہر ہے کہ اتنے اہم اور نازک مسئلے پر غور وفکر اور باریک بینی سے اس کے مطالعے کے بغیر کیسے رائے دی جاسکتی ہے۔ نیز علماء کمیٹی کے معزز رکن حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی بیرون ملک سفر پر ہیں اور دو تین دنوں میں ان کی واپسی متوقع ہے۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ اس سلسلے میں عجلت اور جلدی سے کام لینے کی بجائے تسلی واطمینان سے اس پر غور وخوض کا موقع دیا جائے تاکہ صحیح اور مکمل رائے دی جاسکے۔ چنانچہ پس وپیش کے بعد یہ طے ہوا کہ اس پر جلدی از جلد غور کیا جائے۔

اس کے بعد ہفتے کے دن لاہور میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کے دفتر میں میری ملاقات چودھری شجاعت حسین صاحب سے ہوئی جہاں سردار نصر اللہ دریشک صاحب بھی موجود تھے۔ میں نے ان سے حدود آرڈیننس میں ترمیم کے حوالے سے چند تجاویز اور سفارشات پیش کیں اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اس پر حتمی رائے علماء کمیٹی دے گی۔ میں نے ان پر زور دیا کہ اسمبلی کے اندر قرآن وسنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہونی چاہیے جس سے انہوں نے اتفاق کیا۔

10 ستمبر 2006ء اتوار کے دن صبح اسلام آباد میں علماء کمیٹی کے تمام اراکین جمع ہوئے، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب بھی تشریف لے آئے تھے۔ مولانا حافظ عمار یاسر اور مولانا اخلاق احمد صاحب بھی شریک مشاورت رہے۔ علماء کمیٹی نے پے در پے متعدد اجلاس منعقد کیے جن میں سے ایک اجلاس حکومتی اراکین کے ساتھ اور ایک اجلاس متحدہ مجلس عمل کے علماء کے ساتھ بھی کیا۔ چنانچہ علماء کمیٹی نے ابتدائی مرحلے میں جو باتیں تحریری طور پر طے کیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

علماء کمیٹی نے اس مسودہ قانون کا جائزہ لیا جو تحفظ نسواں (Protection of Women) بل کے نام سے اسمبلی میں پیش ہوا ہے۔ اس جائزے کے نتیجے میں ہماری گزارشات درج ذیل ہیں:

1۔ بل کو تحفظِ نسواں کا نام دیا گیا ہے ہمارے معاشرے میں خواتین کے ساتھ جو حقیقی زیادتیاں ہو رہی ہیں ان کے سدباب کے لیے قانون سازی نہایت مستحسن اور ضروری اقدام ہے لیکن اس مجوزہ بل میں حدود آرڈیننس کی دفعات میں ترمیم کے سوا خواتین کے حقوق کے تحفظ سے متعلق کوئی اہم بات موجود نہیں ہے اور حدود آرڈیننس میں جو ترمیمات تجویز کی گئی ہیں ان میں چند کے سوا کسی سے خواتین کے ساتھ زیادتیوں کے ازالے میں کوئی مدد نہیں ملتی بلکہ بعض سے ان کی مشکلات میں اضافہ ہوگا، لہٰذا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر بل کا مقصود خواتین کے حقوق کا تحفظ ہے تو اس میں ان حقیقی مظالم کا سدباب ضروری ہے جو ہمارے معاشرے میں واقعۃً خواتین کے ساتھ روا رکھے جا رہے ہیں مثلاً ہمارے معاشرے میں عملاً عورتوں کو حقِ وراثت سے بالکل محروم کر دیا گیا ہے اس بارے میں قانون سازی کی ضرورت ہے کہ خواتین کے حقِ وراثت کو غصب کرنا قابلِ تعزیر جرم قرار دیا جائے نیز بہت سے علاقوں میں خواتین کو ان کی مرضی کے

خلاف نکاح پر مجبور کیا جاتا ہے اس عمل کو بھی قابل تعزیز جرم قرار دیا جائے اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں دے کر خواتین کے لیے جو مشکلات کھڑی کی جاتی ہیں اس کے سدباب کے لیے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔ بہت سے شوہر اپنی بیویوں کو ان کے اعتقاد اور ضمیر کے خلاف گناہ کے کاموں پر مجبور کرتے ہیں اس کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے اسی طرح قرآن شریف کے ساتھ نکاح، عورتوں کو نکاح کے بہانے بیچنا، نیز وٹہ سٹہ اور بیواؤں کے نکاح کو معیوب سمجھنا، یہ ساری رسمیں خلاف شرع اور خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ غرض اگر واقعۃً قانون کا مقصد خواتین کے حقوق کا تحفظ ہے تو ان کے ان جیسے حقیقی مسائل پر توجہ دے کر ان کو قانون کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔

2۔ اگرچہ مجوزہ بل کے ذریعے حدود آرڈیننس میں بہت سی ترمیمات تجویز کی گئی ہیں لیکن ان ترمیمات میں بعض امور شریعت کے بھی خلاف ہیں اور خواتین کے ساتھ زیادتی پر بھی مشتمل ہیں، مثلاً مجوزہ ترمیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زنا بالجبر کی صورت میں مرد پر حد کی کوئی سزا کسی صورت میں عائد نہیں ہوسکتی اور حد کی سزا صرف اس صورت میں ہوگی جب باہمی رضامندی سے زنا ہو۔ قرآن وسنت کی رو سے زنا بالجبر اور زنا بالرضا میں فرق یہ ہے کہ زنا بالرضا میں اگر مرد اور عورت کے خلاف زنا کا جرم چار گواہوں یا اقرار سے ثابت ہو جائے تو زنا کی حد دونوں پر جاری ہوگی البتہ زنا بالجبر کی صورت میں صرف مرد پر عائد ہوگی۔ یوں بھی زنا بالجبر زیادہ سنگین نوعیت کا جرم ہے اس لیے اگر زنا بالرضا پر حد جاری ہو رہی ہے تو زنا بالجبر پر تو بطریق اولیٰ حد جاری ہونی چاہیے۔ جو شخص زبردستی کسی عورت سے زنا کرے اس کو حد کی زنا سے بالکل چھٹی دے دینا نہ صرف شریعت کے خلاف ہے بلکہ خواتین کے ساتھ واضح زیادتی ہے حدود آرڈیننس میں ''زنا بالجبر'' کی سزا ''زنا بالرضا'' کے مقابلے میں اس لیے زیادہ رکھی گئی ہے تعزیر میں بھی اور حد میں بھی۔ یعنی اگر مجرم غیر شادی شدہ ہو تو سو کوڑوں کی حد کے علاوہ عدالت اسے اپنی صوابدید پر کوئی تعزیری سزا بھی دے سکتی ہے جو سزائے موت تک ہوسکتی ہے۔

لہٰذا ہماری رائے میں جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس کی دفعہ 6 ترمیمی بل میں جو حذف کرنے کی تجویز دی گئی ہے وہ شریعت کے بھی خلاف ہے اور خواتین کے ساتھ بھی زیادتی کا موجب ہوگی۔

زنا بالجبر کی سزا حدود آرڈیننس سے ختم کر کے تعزیرات پاکستان میں بطور تعزیر رکھ دی گئی ہے لیکن زنا بالرضا کی صورت میں اگر حد کی شرائط پوری نہ ہوں تو مجرم کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے حالانکہ اس صورت میں اگر بدکاری کا ثبوت گواہوں وغیرہ سے ہو جائے تو اس پر تعزیری سزا جاری ہونا ضروری ہے۔ حدود آرڈیننس میں اس کو زنا موجب تعزیر قرار دیا گیا ہے اس میں یہ ترمیم ممکن ہے کہ اس کو زنا کا نام دینے کی بجائے بدکاری یا سیہ کاری وغیرہ کا کوئی نام دیا جائے لیکن ایسے مجرموں کو کسی سزا سے آزاد چھوڑنا عملاً زنا بالرضا کی قانونی اجازت کے مرادف ہوگا، کیونکہ حد کی شرائط تو شاذ ونادر ہی کسی

مقدمے میں پوری ہوتی ہیں اوراس میں ترمیم سے ایسی صورت میں تعزیر کا راستہ بالکل بند ہوجائے گا۔

4۔حدود آرڈیننس میں حد کے علاوہ بہت سے قابل تعزیر جرائم کو حدود آرڈیننس سے نکال کر تعزیرات پاکستان میں داخل کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ ایک بے ضرر تبدیلی معلوم ہوتی ہے، لیکن ان جرائم کو حدود آرڈیننس میں شامل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جو قابل تعزیر جرائم قابل حد جرائم سے ملتے جلتے ہیں ایک ہی عدالت میں ان کا فیصلہ ہو اور عدالتی کارروائی میں پیچیدگی پیدا نہ ہو۔ مجوزہ ترمیم کے نتیجے میں عملاً یہ صورت حال ہوگی کہ مثلاً اگر کوئی مجرم زنا کے مقدمے میں بری ہوگیا لیکن کسی لڑکی کو اغوا کرنے کا وہ مجرم ہے تو زنا کا مقدمہ تو وفاقی شرعی عدالت میں چلے گا وہاں سے بری ہونے کے بعد وفاقی عدالت اسے اغوا کی سزا نہیں دے سکے گی بلکہ اس کے لیے دوسری عدالتوں میں نئے سرے سے مقدمہ دائر کرنا ہوگا جس سے مظلوم خواتین کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوگا۔

5۔حدود آرڈیننس کی دفعہ 3 میں کہا گیا ہے کہ اس آرڈیننس کو (Overriding effect) حاصل ہوگا یعنی اگر اس قانون اور دوسرے قوانین میں تعارض ہو تو حدود آرڈیننس دوسرے قوانین پر بالا ہوگا۔ مجوزہ بل میں حدود آرڈیننس کی یہ حیثیت ختم کردی گئی ہے اس کی وجہ سے متعدد قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں جو خود خواتین کے لیے مشکلات پیدا کرسکتی ہیں مثلاً حدود کا قانون ہر اس نکاح کو معتبر مانتا ہے جو شریعت کے مطابق ہو لیکن مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کے تحت چونکہ کوئی طلاق چیئرمین یونین کونسل کو نوٹس بھیجے بغیر قانوناً معتبر ہوتی ہے اس لیے نوٹس کے بغیر کوئی عورت عدت کے بعد دوسرا نکاح کرلے تو عائلی قانون کے تحت وہ نکاح معتبر نہیں ہوتا یہاں حدود آرڈیننس اور مسلم عائلی قانون میں تعارض ہے اگر حدود آرڈیننس کو (Overriding effect) نہ دیا جائے تو وہ عورت جس نے جائز شرعی نکاح کیا ہے، ایک رسمی کارروائی نہ کرنے کی بنا پر زنا میں سزایاب ہوسکتی ہے۔

6۔اس بل کے ساتھ جو بیانِ اغراض ووجوہ (Statement of Objects) ملحق ہے اس میں بہت سی باتیں واقعہ کے خلاف ہیں اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ لعان میں فسخ نکاح کے قانون میں لعان کی وجہ تنسیخ بنا کر وہاں سے نکاح فسخ ہونا چاہیے۔ اس تجویز کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس عورت نے فوجداری عدالت میں لعان کی کارروائی مکمل کی اس کو نکاح فسخ کرانے کے لیے فیملی کورٹ میں نئے سرے سے کارروائی کرنی پڑے گی حالانکہ حدود آرڈیننس میں یہ کہا گیا تھا کہ پہلی عدالت ہی نکاح بھی فسخ کردے گی، اس میں عورت کو نئے سرے سے دھکے کھانے کی ضرورت نہیں تھی۔

یہ چند موٹے موٹے نکات ہیں، جو مجوزہ بل کے جائزے کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں ان کے علاوہ بھی مجوزہ بل میں بہت سے امور قابل اعتراض ہیں لہٰذا ہم سب کی یہ حتمی رائے ہیں کہ اس بل کو عجلت میں منظور کرنا بے شمار مسائل پیدا کرے گا اسے ابھی اسمبلی سے منظور نہیں کرانا چاہیے بلکہ غیر جذباتی انداز میں اس پر ٹھنڈے دل سے غور فکر اور

تحقیق کے بعد پیش کیا جائے اگر ہماری مذکورہ بالا معروضات منظور ہوں تو ہم بل کا دفعہ وار جائزہ لے کر اپنی مفصل رائے پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

یہ ابتدائی مرحلے میں تیار کردہ تحریر تھی اس کے بعد یعنی پیر کے روز بھی اس تحریر پر کافی بحث وتمحیص ہوئی جس کے بعد متفقہ طور پر جو فیصلہ ہوا اور جس پر کمیٹی میں شامل تمام علماء اور محترم چودھری شجاعت حسین صاحب، چودھری پرویز الٰہی صاحب اور سردار نصر اللہ دریشک صاحب نے دستخط کیے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

11 ستمبر 2006ء

قومی اسمبلی میں "تحفظ حقوق نسواں" کے عنوان سے حدود آرڈیننس میں ترمیم کا جو بل زیر بحث ہے اس کے بارے میں پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ چودھری شجاعت حسین اور قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد مولانا فضل الرحمٰن کے درمیان ملاقات میں طے کی جانے والی خصوصی علماء کمیٹی کا اجلاس آج اسلام آباد میں منعقد ہوا، جس میں مولانا مفتی تقی عثمانی، مولانا حسن جان، مولانا مفتی منیب الرحمٰن، مولانا مفتی غلام الرحمٰن، راقم الحروف، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، مولانا زاہد الراشدی، مولانا اخلاق احمد اور حافظ عمار یاسر نے شرکت کی۔ جبکہ پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ چودھری شجاعت حسین کے ہمراہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی، سردار نصر اللہ دریشک اور وزارت قانون کے بعض ذمہ دار احکام نے شرکت کی۔

چودھری شجاعت حسین نے علماء کرام سے کہا کہ "تحفظ حقوق نسواں بل" کے بارے میں یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ اس میں قرآن وسنت کے منافی باتیں بھی شامل ہیں اس لیے ہم نے آپ حضرات کو زحمت دی ہے کہ بل کا جائزہ لے کر قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں کیونکہ ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جو حدود شریعت اور قرآن وسنت کے منافی ہو بلکہ ہم ایسا سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں اس پر علماء کرام اور ماہرین قانون نے بل کی متعدد دفعات کا تفصیلی جائزہ لیا جو 10 ستمبر 2006ء بروز اتوار صبح نو بجے سے کھانے اور نماز کے وقفے کے ساتھ رات تین بجے تک جاری رہا اور اگلے روز 3 بجے سہ پہر تک بھی مشاورت جاری رہی اور متعدد اصولی امور پر اتفاق رائے ہو گیا جس کے مطابق مندرجہ ذیل معاملات طے پائے:

1۔ زنا بالجبر اگر حد کی شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے تو اس پر حد زنا جاری کی جائے گی۔

2۔ حدود آرڈیننس میں زنا موجب تعزیر کی بجائے "فحاشی" کے عنوان سے ایک نئی دفعہ کا تعزیرات پاکستان (PPC) اضافہ کیا جائے جس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

Willfully have sexual inter-course with one another without being married and shall be punished with imprisonment which may extend

to five years and shall also be liable fine.

3۔زنا آرڈیننس کی دفعہ تین کی جگہ مندرجہ ذیل دفعہ تحریر کی جائے گی۔

In the intertation and application of this ordinance the injunction of islam as laid in the Holy Quran and Sunah shall have effect notwithstanding any thing contained in any other law for the time being in force.

اجلاس میں شریک علمائے کرام نے کہا کہ حقوق نسواں بل کے بارے میں قرآن وسنت کے حوالے سے اصولی امور پر اتفاق رائے ہوگیا ہے اور اب اس بل میں اصولی طور پر قرآن وسنت کے منافی کوئی بات نہیں رہی, تاہم بعض ذیلی امور پر اگر ہمیں مزید وقت دیا گیا تو تفصیلی سفارشات پیش کردی جائیں گی۔ اجلاس میں علمائے کرام نے عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں بعض اہم سفارشات پیش کی ہیں جو یہ ہیں:

1: خواتین کو عملاً وراثت میں عام طور پر محروم رکھا جاتا ہے اس کے سد باب کے لیے مستقل قانون بنایا جائے۔

2: بعض علاقوں میں خواتین کو ان کی مرضی کے خلاف نکاح پر مجبور کیا جاتا ہے اس کی روک تھام کے لیے قانون سازی کی جائے اور اسے قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

3: بیک وقت تین طلاقیں دینے کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے اور ایسی دستاویز لکھنے والے نوٹری پبلک اور وثیقہ نویس کو بھی شریک جرم قرار دیا جائے۔

4: قرآن کریم کے ساتھ نکاح کی مذموم رسم کا سدباب کیا جائے۔

5: جبری وٹہ سٹہ یعنی نکاح شغار کو قانوناً جرم قرار دیا جائے۔

6: عورتوں کی خرید وفروخت اور انہیں میراث بنانے کے غیر شرعی رواج اور رسوم کا قانونی سدباب کیا جائے۔

تین متفقہ نکات کو مؤثر بنانے اور عملاً نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے مزید پانچ ترامیم ''علماء کمیٹی'' نے تجویز کرتے ہوئے حکومت سے مجوزہ بل مین شامل کرنے کی سفارش کی اور راقم الحروف نے ''علماء کمیٹی'' کی طرف سے 17 ستمبر 2006ء کو محترم چودھری شجاعت حسین صاحب سے اسلام آباد میں بوقت ملاقات درج ذیل تحریر پیش کی۔

''مؤرخہ 11 ستمبر 2006ء کو علماء کمیٹی نے ''تحفظ حقوق نسواں بل'' کے بارے میں جن تین بنیادی نکات پر دستخط کیے تھے ان کے آخر میں یہ بات بھی واضح کردی تھی کہ اصولی طور پر ان نکات پر اتفاق رائے کے بعد کچھ ذیلی

امور اور ہیں جن پر اگر کمیٹی کو وقت دیا گیا تو کمیٹی ان پر اپنی رائے ظاہر کرے گی نیز زبانی طور پر یہ طے ہوا تھا کہ ان تین نکات کو مسودے میں سمونے کے لیے بل میں تبدیلیوں کے بعد اسے ہمیں دکھایا جائے گا، چنانچہ 13 ستمبر 2006ء کو اس غرض کے لیے جب کمیٹی کو دوبارہ اسلام آباد طلب کیا گیا تو ہم نے نئے مسودے کا جائزہ لے کر یہ محسوس کیا کہ اگر چہ وہ تین نکات اس مسودے میں شامل کر لیے گئے، لیکن اس کے ساتھ کچھ ایسے امور کا اضافہ کر دیا گیا ہے، جن کے بعد ان تین نکات کے عملاً مؤثر ہونے میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنی تشویش سے حکومت کے نمائندہ حضرات کو نہ صرف زبانی طور پر آگاہ کر دیا بلکہ ان پر تفصیلی گفتگو بھی ہوئی، ہمیں آخر وقت تک یہ امید تھی کہ کم از کم ان میں سے چند اہم نکات پر ہماری تجویز مان لی جائے گی لیکن آخر وقت میں جو مسودہ انتہائی شکل میں سامنے لایا گیا اسے دیکھ کر واضح ہوا کہ ان میں سے کوئی بات مسودے میں شامل نہیں کی گئی اگر چہ اس وقت ہم نے زبانی طور پر اپنا یہ تاثر واضح کر دیا تھا لیکن ان نکات کو تحریری طور پر مرتب کرنے کا وقت نہیں مل سکا تھا۔

ہم ذیل میں ان نکات کو تحریری شکل میں پیش کر رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ بل کو بامعنی اور مؤثر بنانے کے لیے ان تجاویز پر عمل کیا جائے گا۔

1: تعزیرات پاکستان میں دفعہ B-496 کا جو اضافہ کیا جارہا ہے اس کے عنوان اور متن میں Fornication کا لفظ طے شدہ لفظ Lewdness کی بجائے بدل دیا گیا ہے اسے بدل کر Lewdness یا Siyahkari کرنا ضروری ہے کیونکہ Fornication صرف غیر شادی شدہ افراد کے ''زنا'' کو کہتے ہیں اس بات سے زبانی طور پر اتفاق کر لیا گیا تھا مگر آخری مسودے میں اس کو یقینی بنانا ضروری ہے۔

2: کمیٹی نے جب اپنی سابقہ سفارش میں یہ کہا تھا کہ زنا بالجبر پر بھی حد نافذ کی جائے تو اس کا مطلب واضح طور پر یہ تھا کہ حدود آرڈیننس کی دفعہ 6 میں ''زنا بالجبر'' موجب حد کی تعریف اور جو احکام درج ہیں انہی کو بحال کیا جائے لیکن نئے مسودے میں اس کی بجائے وہاں دوسری تعریف درج کر دی گئی ہے اور اس کے نتیجے میں 16 سال سے کم عمر لڑکی کو نابالغ قرار دے کر اس کی مرضی کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے حالانکہ شرعاً بلوغ کے لیے علامات بلوغ (Puberty) کافی ہیں اور اس کے بعد اس کی رضامندی شرعاً معتبر ہے لہٰذا ہمارے نزدیک زنا آرڈیننس کی دفعہ 6 کو جوں کا توں بحال کر دینا ضروری ہے اور اگر موجودہ دفعہ برقرار رہے تو مجوزہ مسودے کی دفعہ 12A کی ذیلی دفعہ (V) اس طرح بنائے جائے گی۔ With or without consent when she is nonadult

3: مجوزہ مسودے کی دفعہ 12B کے ذریعے جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس 1979ء میں دفعہ 6A کا اضافہ کرنے کی تجویز دی گئی ہے جو ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے اور اس سے وہ متفقہ امور غیر مؤثر ہو جائیں گے جن پر ہماری پہلی نشست میں اتفاق رائے ہوا تھا۔ تمام فوجداری قوانین میں یہ بات مسلم رہی ہے کہ اگر ملزم پر بڑا جرم ثابت نہ

ہو سکے تو وہی عدالت ملزم کو کمتر جرم کی سزا دے سکتی ہے بشرطیکہ وہ کمتر جرم اس پر ثابت ہو جائے۔لیکن نہ جانے کیوں جرم زنا بالجبر اور زنا بالرضا کو اس اصول سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی خاتون نے ملزم کے خلاف زنا بالجبر موجب حد کا مقدمہ درج کرایا ہو لیکن عدالت کے سامنے موجب حد جرم ثابت نہ ہو سکا تو عدالت اس خاتون کی فریادرسی کے لیے ملزم کو تعزیری سزا نہیں دے سکتی، اس کے لیے اس کو دوبارہ مقدمہ دائر کرنا ہوگا یا پھر ظلم پر صبر کر کے بیٹھ جانا ہوگا۔

لہٰذا ہمارے نزدیک آرڈیننس میں دفعہ 6A کا اضافہ کرنے کی جو تجویز دی گئی ہے، وہ قطعی غیر منصفانہ اور غلط ہے اور اسے حذف کرنا ضروری ہے اور اسے حذف کرنے کے نتیجے میں جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس کی دفعہ 20 پہلی Prpusio کو بحال رکھنا بھی ضروری ہے جسے مجوزہ بل میں حذف کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔

4: مجوزہ مسودے کے پیراگراف نمبر 3 میں 203C کا اضافہ کرنے کی تجویز دی گئی ہے اور اس کی ذیلی دفعہ 2 میں استغاثہ کرانے کے لیے یہ شرائط لگائی گئی کہ مستغیث دو عینی گواہ پیش کرے۔اوّل تو یہ تعزیری جرم ہے اور اس کے لیے مناسب یہ ہوتا کہ اسے قابل دست اندازی پولیس Cognizalale قرار دے کر اس کے غلط استعمال سے بچنے کے لیے کم از کم ایس پی کے درجے کے پولیس آفیسر کو تفتیش کا اختیار دیا جاتا اور عدالت کے وارنٹ کے بغیر گرفتاری کو ممنوع کر دیا جاتا۔لیکن اگر کسی وجہ سے اس کو استغاثہ COMPLAINT کا کیس بنانا ضروری سمجھا جائے تو دو عینی گواہوں کی شہادت پیش کرنا یہاں غیر ضروری ہے کیونکہ تعزیر کے ثبوت کے لیے دو عینی گواہ ضروری نہیں ہوتے بلکہ ایک قابل اعتماد گواہ یا قرائنی شہادت Cireumstantial Evidence بھی کافی ہوتی ہے لہٰذا ہماری نظر میں اس دفعہ میں AT LEAST TWO EYE WITNESSNES کی بجائے EVIDENCE AS AVAILALLE SUCH لکھنا چاہیے۔

5: جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس 1979ء کی دفعہ 7 کو زیر نظر مسودے سے حذف کر دیا گیا ہے اس کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے ہمارے نزدیک جن امور پر اتفاق رائے ہوا تھا ان کے مؤثر نفاذ کے لیے مندرجہ بالا پانچ ترمیمات نہایت ضروری ہیں اور ان کے بغیر ان متفقہ امور کے غیر مؤثر ہو جانے کا قوی خدشہ ہے لہٰذا مذکورہ اتفاق رائے کے بعد زیر نظر مسودے سے ہمارا اتفاق ان ترمیمات پر موقوف ہے۔امید ہے کہ مسودے کے بامعنی بنانے کے لیے یہ ترمیمات مسودے میں شامل کی جائیں گی۔اس کے علاوہ ہم نے زیر نظر بل کے بارے میں شروع ہی میں یہ عرض کیا تھا کہ اس کا نام تو تحفظ حقوق نسواں بل ہے مگر اس میں ساری بحث زنا آرڈیننس سے متعلق ہے اور خواتین کے حقیقی مسائل اور حقوق کو اس میں نہیں چھیڑا گیا۔چنانچہ ہم نے خواتین کے حقیقی مسائل سے متعلق جو سفارشات پیش کی تھیں ان کے بارے میں بھی ہم دوبارہ تاکید کرتے ہیں کہ ان پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔اللہ تعالیٰ صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔"

اس دوران ہم نے جو چیز شدت کے ساتھ محسوس کی وہ یہ کہ مذکورہ بل میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں تو کوئی خاص بات نہیں، البتہ پروپیگنڈہ زیادہ ہے۔ یہ بل جیسا کہ نام سے ظاہر ہے "تحفظ حقوق نسواں" اسم بامسمّٰی نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ معاشرے کی فرد ضعیف مظلوم و مجبور جنس "عورت" کے حقوق کا قطعاً احاطہ نہیں کرتا، چنانچہ ہم نے اس سلسلے میں اوپر مذکور جو سفارشات پیش کیں ہیں وہ نہ صرف یہ کہ عورت کو اس کے جائز حقوق دلانے میں ممدو معاون ثابت ہوں گے بلکہ اسے انصاف اور معاشرے میں عزت کا مقام دلانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔ چنانچہ جب ہم نے یہ سفارشات صدر پرویز مشرف صاحب کو پیش کیں تو انہوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ ان سفارشات کو اپنے غیر ملکی دورے میں ساتھ رکھیں گے تاکہ وہ دنیا کو بتائیں کہ جن لوگوں پر تم انتہا پسندی اور عورتوں کے حقوق غصب کرنے کا الزام لگاتے ہو وہ قطعاً درست نہیں بلکہ انہوں نے تو عورتوں کے حقوق کے لیے یہ یہ سفارشات پیش کیں ہیں۔

الحمدللہ! علماء کمیٹی نے نہایت عرق ریزی اور محنت سے کام کیا اور اس بل کو غیر اسلامی باتوں سے پاک کرنے اور عورتوں کے حقیقی مسائل اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے انتہائی جانفشانی سے کام کیا تاکہ اللہ کے ہاں اپنے ذمہ سے بری ہو سکیں اور ان لوگوں کے سامنے سرخرو ہوں جنہوں نے علماء پر اعتماد کیا ہے۔ بل پر وسیع تر اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے علماء کمیٹی نے متحدہ قومی موومنٹ کے ایک اعلیٰ سطحی وفد سے بھی تبادلۂ خیال کیا۔ قوم میں جو ایک عرصے سے حدود آرڈیننس میں ترامیم کے حوالے سے تقسیم نظر آ رہی تھی اور ملک ایک بحران میں داخل ہونے کو تھا، ان حالات میں علماء نے قوم کا شیرازہ بکھرنے سے بچانے اور انہیں یکجا کرنے کے لیے مندرجہ بالا اقدام اٹھائے ہیں۔ امید ہے کہ اگر ان کو اپنایا گیا اور بل میں انہیں جگہ دی گئی تو اس حوالے سے تمام مسائل ختم ہو جائیں گے۔

اس ساری کارروائی میں چودھری شجاعت حسین صاحب اور وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے نمایاں کردار ادا کیا، جنہوں نے بل پر اتفاق رائے پیدا کرنے، قوم کو انتشار سے بچانے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بل سے غیر اسلامی مواد کو نکالنے کی خاطر نہایت دور اندیشی کا ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کو ایک بحران سے بچایا۔ اسی طرح قائد حزب اختلاف حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا کردار بھی بہت اہم اور قابل ستائش رہا۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر حزب اقتدار اور حزب اختلاف سے دست بستہ گزارش کروں گا کہ وہ مذکورہ مسئلے کو سیاسی یا اپنی انا کا مسئلہ قطعاً نہ بنائیں بلکہ اسے ایک دینی ذمہ داری اور معاشرتی اصلاح کی ایک کاوش سمجھ کر اس کی حمایت کریں۔

☆......☆......☆